بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

رمضان المبارک کے آٹھ دس روز گذر چکے ہوں گے کہ آپ تک ترجمان القرآن کا یہ شمارہ (جولائی) پہنچے گا۔

مبارک باد اُن پیروانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنہوں نے اب تک کے روزے رکھے اور جو پورا ماہِ رمضان روزہ داری کی حالت میں گذارنا چاہتے ہیں۔ اپنی بدنی خواہشات کو ایمانی و روحانی تقاضوں کے تابع رکھنے والے یہ لوگ ملتِ اسلامیہ کا اصل جوہر ہیں اور معاشرے میں اگر کوئی خیر و خوبی ہے تو ایسے ہی صبر کیش عنصر کے دم سے ہے۔

ہزار افسوس ان بدنصیبوں پر جن میں اتنی قوتِ ایمانی نہیں ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو اپنے تابع رکھ سکیں، بلکہ اُلٹا چند ادنیٰ خواہشات اُن پر سواری کر رہی ہیں۔ فساد اور خیانت اور ظلم اور بدعنوانیوں کے فروغ میں زیادہ تر حصہ ایسے ہی خواہش پرستوں کا ہے۔ انہی کے افکار و اعمال سے ملتِ اسلامیہ کی قوتیں تباہ ہوتی ہیں اور مسلمان خوار و زار ہیں۔

ایک روزہ وہ ہے جو روزے کے احکام، اس کے مقاصد اور تقاضوں کو سمجھے بغیر رکھا جائے، یعنی ایک مشینی سی اطاعت، اور اطاعت اپنے اصل معنوں میں نہ ہو تو آبائی یا خاندانی یا سماجی معمول کی رَو میں آدمی بہتا رہتا ہے۔

ایک روزہ وہ ہے جو ایمان و احتساب کے ساتھ رکھا جائے اور یہی مطلوبِ شریعت ہے کہ

روزہ آدمی جذبۂ ایمانی کے ساتھ رکھے، یعنی میں ایک لاشریک خالق و مالک کا بندہ ہوں جو میرا رب اور الٰہ ہے، میں اس کی سلطنت میں رہتا ہوں اس کے رزق پر پلتا ہوں اور میرے لیے اُس کی طرف سے امتحانِ وفا یہ رکھا گیا ہے کہ آیا میں اُس کی خوشنودی کے لیے اپنی تُند خواہشات پر قابو رکھتا ہوں یا نہیں۔

پھر اس روزے کے کچھ مقاصد ہیں جو روزہ فرض کرنے والے آقا نے خود ہی مقرر کیے ہیں، اِن مقاصد میں سرِفہرست تقویٰ ہے، پھر صبر ہے، پھر قرآن سے ربط و تعلّق ہے، پھر خیانت و دروغ اور غیبت و چغل خوری سے اجتناب ہے، حرام اشیاء اور اعمال سے پرہیز ہے، پھر صدقہ ہے، جذبۂ جہاد ہے، دعوت الی اللہ ہے اور یوں سمجھیے کہ سارے کا سارا دین روزے کے گرد مترتب ہو جاتا ہے۔ جس نے ایمان و شعور اور خود احتسابی کے ساتھ روزہ رکھا اُس نے درحقیقت پورا دین سمیٹ لیا۔

ایمان جہاں روزہ کا اصل محرک ہے، وہاں وہ ذریعۂ احتساب بھی ہے۔ اسی لیے اِن دونوں چیزوں کو جمع کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے ایمان و احتساب کے ساتھ روزے رکھے اُس کے تمام گناہ معاف ہو گئے۔ یعنی ایمان و احتساب والا روزہ معصیت کی دلدل سے نکال کر انسان کو تقویٰ کے بہارستان میں لے آتا ہے۔ پس روزہ دار کے لیے ضروری ہے کہ اس بات کا احتساب بھی کرتا رہے کہ اس کے روزے کے مقاصد صحیح طور پر پورے ہوں اور ایسی متضاد چیزیں روزے کے ساتھ جمع نہ ہوں جو روزے کے مقاصد کو نقصان پہنچاتی ہیں، یا عند اللہ اُسے بالکل ہی کالعدم کر دیتی ہیں۔

تو آیئے ذرا غور کریں کہ احتساب کیا کیا اور کدھر کدھر سے!

پہلا نکتۂ احتساب یہ ہے کہ صحیح جذبۂ ایمانی اس کا محرک ہو اور نیت خالص کارفرما ہو۔ نیت صرف وہ خالص ہوتی ہے جس کا واحد ہدفِ مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہو۔ کوئی شائبۂ ریا یا خواہشِ داد و ستد شامل ہو جائے یا محض کسی شخص یا گروہ کے سامنے اہمیت اختیار کرنا مطلوب

بن جائے تو نیت خالص نہیں رہتی۔ نیت خالص کے بغیر کوئی بہترین عمل یا ایثار بے برگ و بار ہو جاتا ہے، مثلاً انفاق اور جہاد، یا قربانی اور شہادت جیسی سعادتیں بھی آدمی کو کچھ نہیں دے سکتیں۔

پس ایک روزہ دار مومن کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے قلب کی کیفیت پر نگاہ رکھے اور مسلسل نگرانی کرے کہ دل کی مسند پر رضائے الٰہی کی جگہ کوئی دوسرا جذبہ تو قابض نہیں ہو گیا، کہیں اس کا جی یہ تو نہیں چاہتا کہ جا بجا یہ ظاہر کرتا پھرے کہ میں نے روزہ رکھا ہے یا میں بہت قرآن پڑھتا ہوں اور بڑی باقاعدگی سے تراویح ادا کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی موقع پر کسی اہم ضرورت سے ایسی کوئی بات مجملاً بتانی پڑ جائے، لیکن خطرناک معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے اندر خواہشِ اعلان و اشتہار موجود ہو۔

دوسرا بڑا نکتۂ احتساب یہ ہے کہ جھوٹی بات کہنا یا جھوٹے طرزِ عمل کو اختیار کرنا دین میں سخت ناپسندیدہ چیزیں ہیں ــــ اس وجہ سے خاص توجہ دلا کر روزہ دار سے یہ مشق کرائی جاتی ہے کہ وہ جس طرح دن میں کھانے پینے سے اجتناب کر رہا ہے اِسی طرح اپنی مجموعی زندگی سے قولِ زُور اور عمل بالزُّور کو خارج کر دے۔

غلط بیانی کرنا، جھوٹی قسمیں کھانا، لوگوں سے فریب کرنا، خیانت کاری اور اس سلسلے کی تمام چیزیں عام حالات میں بھی ممنوع ہیں لیکن روزہ دار سے یہ چاہا گیا ہے کہ وہ اس پہلو سے اپنے اقوال و اعمال کا خاص دھیان رکھے اور ایسی چیزوں سے اپنے آپ کو پاک کرے اور جو روزہ دار ایسا نہ کرے اس کے بارے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے کہ ایسے شخص کا روزہ محض بھوک پیاس بھگتنا ہے اور خدا کو اُس کی بھوک اور پیاس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ذرا حضورؐ کے ارشاد پر غور کیجیے، بڑی وعید ہے۔ اگر جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے ہی پرہیز نہ کیا جائے تو پھر روزہ دار کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا۔

دراصل حدیث کے یہ الفاظ "قولُ الزورِ والعملِ بہٖ" ایسے جامع الفاظ ہیں کہ

نہ صرف غیبت اور دشنام کو محیط ہیں بلکہ ہر قسم کی خیانت اور بدعنوانی اور حرام خوری کو بھی حاوی ہیں۔

روزہ دار کو اپنی پوری زندگی، اپنے املاک، اپنے کاروبار اور اپنی سرگرمیوں پر نگاہ ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ اس کے ہاں "اکل اموال بالباطل" کی کوئی شکل تو موجود نہیں ہے؟ سُود یا قمار یا ملازمین اور محنت کاروں کے استحصال سے ناجائز فائدہ تو حاصل نہیں کیا جا رہا؟ کوئی حرام جائداد تو نہیں ہے؟ کوئی ناجائز ذریعۂ معاش تو کام نہیں کر رہا؟ کسی کی امانت تو اپنے ذمّے نہیں ہے؟ کسی کا قرض تو واجب الادا نہیں ہے؟

ایک سچے روزہ دار کا کام یہ ہے کہ وہ اگر اپنے دائرۂ حیات میں خیانت یا بدعنوانی یا ظلم کا کوئی شائبہ بھی پاتا ہو تو اُسے ترک کر دے اور کسی کا حق مارا ہو تو حق دار کو اس کا حق واپس پہنچا دے۔ صرف اتنی روزی سے کام چلائے جس کے متعلق اُسے تسلّی ہو کہ یہ قولی اور عملی زُور سے پاک ہے۔

نہ دیکھے کہ اس کے ساتھ بیٹھنے والے کیا کیا فائدے بے تحاشا اُٹھا رہے ہیں، نہ پروا کرے کہ ادنیٰ ادنیٰ لوگ کیسی کیسی آسائشیں سمیٹ رہے ہیں، آنکھوں کو نہ جھپکنے دے بڑی بڑی عمارتوں اور گاڑیوں اور مشینوں اور پلاٹوں اور بنک بیلنسوں کے سامنے۔

جائز و ناجائز کی حدود سے آزاد، دولت کا یہ پورا گندا کھیل آدمی اور اُس کے خدا کے درمیان ایک دیوار بن گیا ہے۔ آدمی کو اس دَور نے کمانے اور کھانے کی ایسی مشین بنا دیا جس کی پوری قوتیں اور جس کا سارا وقت روپے کے گرد طواف کرنے میں گذر جاتا ہے۔ اس حائل شدہ دیوار کو ڈھانا مومن کا کام ہے اور یہ کام روزہ داری کی حالت میں خصوصیت سے ہونا چاہیے۔

دولت پرستی کی دیوار کو ڈھانے کے لیے رمضان میں صدقہ کرنے کی خصوصی ترغیب دلائی گئی ہے۔ صدقہ اس شکل میں بھی کہ لوگوں کا روزہ افطار کر دینے میں خرچ کیا جائے۔ دوستوں اور مستحقین کے کھانے کا انتظام کیا جائے؟ اہل احتیاج کے لیے کپڑوں، جوتوں یا دوا کا بندوبست کیا جائے، طالب علموں کے لیے فیسوں اور کتابوں کی فراہمی کی صورت میں مدد کی جائے، قیدیوں کو جیل میں کھانا، کپڑا یا دوسری ضروریات پہنچائی جا سکتی ہوں تو پہنچائی جائیں، ہسپتالوں میں اگر

نادار مریضوں کو دوا، غذا، پھلوں یا کسی دوسرے ضروری سامان کی شکل میں مدد دی جا سکے تو دی جائے۔ سرزمینِ پاکستان کے روزہ داروں کی خاص توجہ مہاجرین افغانستان کی بے وطنی و بے کسی پر بھی ہونی چاہیے۔ رمضان کے اختتام پر فطرانہ بھی دینا لازم ہے۔ بعض لوگ تو زکوٰۃ بھی پابندی سے رمضان ہی میں ادا کرتے ہیں۔

صدقہ کی یہ سادی صورتیں روزہ داری کی رُوح کو توانا کرتی ہیں اور انسان اور خدا کے درمیان دُنیوی مادیت کی حائل شدہ دیوار کو گرا کر بندہ و آقا میں قرب پیدا کرتی ہیں۔

تیسرا نکتۂ احتساب یہ ہے کہ روزہ دار کو خیال رکھنا ہے کہ وہ کسی کے ساتھ لڑے جھگڑے نہیں۔ لڑنا جھگڑنا یوں بھی اچھا رویّہ نہیں ہے، لیکن روزے کی حالت میں تو یہ عین روزے کی اسپرٹ کا نقیض ہے۔

چونکہ روزہ دار پر بھوک پیاس کی حالت میں ایک کرب طاری ہوتا ہے، اس کے اعصاب متاثر ہوتے ہیں اور اس میں آسانی سے جذباتی ہیجان پیدا ہو سکتا ہے، اس لیے حضورؐ نے بطورِ خاص متنبہ کر دیا کہ روزہ دار سے اگر کوئی دوسرا جھگڑنے لگے تب بھی اسے معذرت کر دینی چاہیے۔ وہ صاف کہہ دے کہ بھائی میں اس میدان کا مردِ نہیں ہو سکتا۔ ضرورت ہو تو اپنی معذرت کو واضح کرنے کے لیے مجملاً یہ بتا بھی دے کہ میں روزے سے ہوں۔ یعنی میں نے ایک بھاری ذمہ داری اُٹھا رکھی ہے اور مجھ پر خدا اور رسولؐ کی طرف سے سخت قدغن لگی ہوئی ہے۔ میں ایک بگٹٹ اور آزاد رَو آدمی نہیں ہوں کہ جو چاہوں کروں۔ مجھ پر اصل پابندی تو ایمان کی تھی ہی، اب مزید ایک پابندی روزہ کی وجہ سے ہے۔

یہ بھی صبر کا ایک بڑا مظہر ہے کہ آدمی دوسروں سے نہ صرف یہ کہ جھگڑا نہ کرے بلکہ دوسرے اگر بدکلامی اور تلخ مزاجی کا مظاہرہ کریں تب بھی بچ بچا جائے۔

(باقی بر صفحہ ۴۸)
